اسلامی نظام عدل وقضاء کے تقاضے وخصوصیات

Requirements and Characteristics of the Islamic Judicial System

☆ ڈاکٹر رشید احمد
☆☆ ڈاکٹر سمیع الحق

ABSTRACT

This article is focused on elaboration of the characteristics and requirements of the Islamic Judicial system. The judicial system of Islam is very comprehensive as well as simple one as compare to other existing judicial systems. It guarantees quick relief to the aggrieved parties. Judicial system of Islam consists of several components like, Judge, Sources of Qadha, Parties of dispute, matters of Qadha and decree. In this article all these points have been discussed one by one. The solution of many of our problem lies in implementation of this system in its true spirit.

اسلامی نظامِ عدل وقضاء میں قاضی کا کردار اور مقام اس لحاظ سے اہمیت کا حامل ہے کہ گواہ امر واقعہ بیان کرتا ہے اور قاضی اس قسم کے بیان کے لفظ لفظ کا بنظر غائر جائزہ لے کر فیصلہ صادر کرتا ہے۔ اس کا فریضہ، اس لحاظ سے پیچیدہ اور مشکل ہوتا ہے کہ جہاں گواہ چشم دید واقعہ یا معاملہ کے وقوع پر مطمئن ہوتا ہے وہاں قاضی اپنے لئے اس اطمینان کو برآمد کرنے کی کوشش کرتا ہے جبکہ کسی دوسرے شخص کے بیان سے منفی یا مثبت پہلو برآمد کرنا مشکل ہوتا ہے۔ اس بناء پر شرع اسلامی نے منصب قضاء کو کڑی شرائط اور معیار سے مشروط کیا ہے۔ فقہ اسلامی کی رو سے قضاء کے مندرجہ ذیل چھ ارکان ہیں۔

۱۔　القاضی
۲۔　المقضی بہ
۳۔　المقضی لہ
۴۔　المقضی فیہ

☆　اسسٹنٹ پروفیسر، شیخ زاید اسلامک سنٹر، پشاور یونیورسٹی۔
☆☆　چیئرمین ڈیپارٹمنٹ آف قرآن وتفسیر انٹرنیشنل اسلامک یونیورسٹی، اسلام آباد۔

۵۔　المقضیٰ علیہ

۶۔　الحکم۔

القاضی:

۱۔　**أهلية القاضی:** فقہاء نے قاضی کی جو شرائط اہلیت بیان کی ہیں ان کا خلاصہ درج ذیل ہے۔

۱۔　**مسلمان ہونا:** تمام مسلمانوں کا اس پر اتفاق ہے کہ مسلمانوں کے فیصلے کے لئے قاضی کا مسلمان ہونا لازمی ہے۔ البتہ حنفی فقہاء کے نزدیک غیر مسلموں کے لئے غیر مسلم قاضی بنایا جاسکتا ہے (۱)۔

۲۔　بالغ ہو۔

۳۔　عاقل ہو۔

۴۔　آزاد ہو۔

"أن يكون حرا مسلما بالغا عاقلا عادلا" (۲)

''قاضی آزاد مسلمان، بالغ، عاقل اور عادل ہو''

۵۔　مرد ہو: امام مالکؒ، امام شافعیؒ، امام احمدؒ اور جمہور فقہاء کے نزدیک مقدمات چاہے دیوانی ہوں یا فوجداری ہر دو صورتوں، میں قاضی کا مرد ہونا شرط ہے۔ جبکہ امام ابوحنیفہؒ کہتے ہیں کہ جن معاملات میں عورت کی گواہی قبول ہے وہاں عورت قاضی بن سکتی ہے۔ یعنی حدود کے علاوہ دوسرے معاملات میں عورت قاضی بن سکتی ہے۔ اس لئے کہ حدود کے علاوہ باقی تمام معاملات میں اس کی گواہی بھی معتبر ہے۔ البتہ امام ابن جریر طبریؒ کہتے ہیں کہ ہر قسم کے مقدمات میں عورت کو قاضی بنایا جاسکتا ہے (۳)۔

۶۔　عادل (۴) اور صالح ہو: امام شافعیؒ، امام مالکؒ اور جمہور فقہاء کے نزدیک فاسق کو قاضی بنانا جائز نہیں ہے اور اس کا فیصلہ نافذ نہیں ہوسکتا۔ البتہ امام ابوحنیفہؒ کا مسلک یہ ہے کہ فاسق کو قاضی مقرر کرنا گناہ تو ہے مگر اس کا فیصلہ نافذ ہوجاتا ہے۔ بشرطیکہ یہ فیصلہ قرآن وسنت اور اجماع کے خلاف نہ ہو (۵)۔

۷۔　عالم اور فقیہ ہو: امام شافعیؒ، امام مالکؒ اور امام احمدؒ کا مسلک یہ ہے کہ قاضی کا فقیہ اور مجتہد (۶) ہونا شرط ہے۔ مگر امام ابوحنفیہؒ کی رائے یہ ہے کہ غیر مجتہد کو قاضی بنانا اگرچہ مکروہ ہے مگر اس کا فیصلہ نافذ ہوسکتا ہے (۷)۔

۸۔　جسمانی طور پر سالم ہونا: یہ بھی ضروری ہے کہ قاضی جسمانی طور پر دیکھنے، سننے اور بولنے کی صلاحیت رکھتا ہو، چنانچہ اگر تقرر کے بعد بھی قاضی کو کوئی عارضہ لاحق ہوجائے تو اس کو فوراً معزول کردینا لازمی ہوگا تاہم اگر اس حالت میں وہ کوئی فیصلے کرے تو وہ نافذ العمل ہوں گے بشرطیکہ یہ فیصلے درست ہوں (۸)۔

قاضی کے فرائض اور اس کے اختیارات:

امام کے لئے جائز ہے کہ کسی قاضی کو عام اختیارات سونپ دیں اور کسی کو خاص۔ اگر کسی قاضی کو غیر

محدود اختیارات دیئے جاتے ہیں تو اس صورت میں مندرجہ ذیل دس امور اس کے اختیار میں ہونگے۔

۱۔ تنازعات کا فیصلہ کرنا چاہے صلح کے ذریعے سے ہو یا اجباری حکم کے ذریعے۔

۲۔ ایک دفعہ کسی کا حق ثابت ہو جائے اور فریق مخالف قبضہ وغیرہ میں رکاوٹ ڈال رہا ہو تو قاضی اجراء کا حکم دیتا ہے اور حکم عدولی کی صورت میں مناسب کاروائی کرے گا۔

۳۔ ممنوع من التصرف جیسے مجنون (۹)، صغیر (۱۰) اور افلاس کی وجہ سے مجحور علیہ (۱۱) کے لئے والی مقرر کرنا قاضی کے اختیار میں ہے تا کہ ان لوگوں کے حقوق کا تحفظ کیا جا سکے۔

۴۔ اوقاف کے متعلقہ امور کا خیال رکھنا جیسا کہ اوقاف کے اصل کی حفاظت، ان کے آمدن بڑھانا، آمدنی کا حصول اور ان کے صحیح مصرف کے لئے ناظر کا تقرر کرنا اور ناظر کی عدم دستیابی کی صورت میں خود متولی ہونا (۱۲)۔

۵۔ وصیتوں کا شرعی طور سے نفاذ کرنا۔ اگر وصیت معین لوگوں کے لئے ہو تو وصیت کا نفاذ قبضے کے ذریعے ہوگا اور عدم تعین کی صورت میں قاضی اجتہاد کرے گا۔

۶۔ ولی کی عدم دستیابی کی صورت میں کفو (۱۳) سے بیوہ عورتوں کی شادی کروانا۔

۷۔ حدود (۱۴) کا قیام بھی قاضی کی اختیارات میں سے ہے۔ اگر حدود کا تعلق حقوق اللہ (۱۵) سے ہو اور اقرار یا بینہ (۱۶) سے اس کا ثبوت ہو چکا ہو تو قاضی خود اس کا نفاذ کرے گا اور اگر ان کا تعلق حقوق العباد (۱۷) سے ہو تو پھر ان کا نفاذ ان کے مستحق لوگوں کے مطالبہ پر ہوگا۔

۸۔ حلقۂ حکومت مصالح کا لحاظ رکھنا، کسی شخص کو راستوں میں کوئی عمارت وغیرہ نہ بنانے دینا اور بلا استحقاق جو سائبان اور عمارتیں بنائی گئی ہیں ان کو منہدم کرا دینا۔ یہ انتظام بلا مطالبۂ مدعی خود ہی کر سکتا ہے۔

۹۔ اپنے ماتحتوں کی جانچ پڑتال کرتے رہنا، نیک چلن اور خوش انتظام ماتحتوں کو ان کے عہدوں پر برقرار رکھنا اور بد چلن خائنوں کے بجائے بہتر اور لائق بندوں کا تقرر کرنا۔

۱۰۔ تصفیہ طلب مقدمات میں زور آور، کمزور اور شریف بغیر شریف میں کوئی فرق نہ رکھنا اور نہ اپنے نفس کا تابعدار ہو کر حقدار کی حق تلفی اور غیر حقدار کی جانبداری کرنا۔ البتہ جو قاضی محدود اختیارات رکھتا ہو تو وہ صرف اپنے محدود اختیارات ہی استعمال کرنے کا مجاز ہوگا (۱۸)۔

۱۱۔ آداب وکیفیت قضاء:

دوسروں سے معاملات اور برتاؤ میں اخلاق حسنہ اور خصائل حمیدہ کو مدنظر رکھنے کا نام ادب ہے۔ عدل کو پھیلانا، ظلم کو معاشرے سے رفع کرنا، شرعی حدود کا تحفظ اور حق سے تجاوز نہ کرنا اور سنت پر چلنا قاضی کے آداب ہیں (۱۹)۔ دوسرے الفاظ میں ادب القاضی سے مراد قاضی کا معاشرے میں خیر کی ترویج، شر کا سدّ باب اور حقوق اللہ وحقوق العباد کی پاسداری ہے۔ قاضی کے آداب کیا ہونے چاہئیں؟ اس حوالے سے حضرت عمر رضی

اللہ عنہ کا خط بنام حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ بنیادی حیثیت رکھتا ہے جبکہ آپؓ عراق کے حاکم اور قاضی تھے۔ خط کا متن حسب ذیل ہے:

"أمّا بعد فإن القضاء فريضة محكمة و سنة متبعة، فافهم إذا أدلى إليك بحجة۔ وانفذ الحق إذا وضح فإنّه لا ينفع تكلم بحق لا نفاذ له۔ وآس بين النّاس في وجهك ومجلسك وقضاءك حتى لا ييأس الضعيف من عدلك ولا يطمع الشريف في حيفك۔

البيّنة على المدعي واليمين على من أنكر۔ والصلح جائز بين النّاس إلا صلحا أحلّ حراماً وحرمّ حلالا۔ لا يمنعك قضاء قضيته بالأمس راجعت فيه نفسك وهديت فيه لرشدك أن تراجع الحق فإن الحق قديم ومراجعة الحق خير من التمادى فى الباطل۔ الفهم الفهم فيما يختلج في صدرك مما لم يبلغك في الكتاب او السنة اعرف الأمثال والأشباه ثم قس الأمور عند ذٰلك فاعمد إلى أحبها عند الله وأشبهها بالحق فيما ترى۔ واجعل لمن يدعي بينة أملاً ينتهى إليه فإن أحضر بينة أخذ بحقه وإلا وجهت القضاء عليه فإن ذٰلك أجلي للعمى وأبلغ في العذر۔

المسلمون عدول بعضهم على بعض الا مجلود في حد أو مجرب في شهادة زور أو ظنين في ولاء أو قرابة۔ إن الله تولىٰ منكم السرائر و درأ عنكم بالبيّنات۔ وإيّاكم والقلق والضجر والتأذى بالنّاس والتنكر للخصوم في مواطن الحق الّذي يوجب الله بها الأجر ويحسن بها الذخر۔ فإنه من يصلح نيته فيما بينه وبين الله ولو على نفسه يكفه الله فيما بينه وبين النّاس۔ ومن تزين للنّاس بما يعلم الله منه غير ذٰلك يثنه الله فما ظنك بثواب غير الله عزّوجل في عاجل ورقه وخزائن رحمته والسلام عليك"۔(۳۰)

"أما بعد: نظامِ قضاء ایک محکم فریضہ اور ایک ایسی سنت ہے جس کا ہمیشہ اتباع کیا گیا ہے۔ لہٰذا جب کوئی مقدمہ تمہارے سامنے پیش ہو تو تم اس کو اچھی طرح سمجھ لو۔ اس لئے کہ جو حق نافذ نہ کیا جا سکے اس کے بارے میں باتیں بنانے سے کوئی فائدہ نہیں۔ اپنی مجلس میں بٹھانے، بالمشافہ گفتگو کرنے اور انصاف کے ساتھ فیصلہ کرنے میں لوگوں کے ساتھ یکساں سلوک کرو تاکہ بے اثر اور کمزور آدمی تمہارے انصاف کرنے سے مایوس نہ ہو جائے اور با اثر آدمی رعایت وطرفداری کی امید نہ کر سکے۔ بارِ ثبوت مدعی کے ذمہ ہے اور قسم اس شخص کی ذمہ داری ہی جو دعوی کی صحت کا انکار کر رہا ہو۔ مسلمانوں کے درمیان

صلح کرانا جائز ہے۔ سوائے اس صلح کے جو حرام کو حلال اور حلال کو حرام کرتا ہو۔

اگر تم نے کل کوئی فیصلہ کیا ہے اور آج تم نے اس پر دوبارہ غور وفکر کیا ہے اور تم کو راہ راست کی طرف راہنمائی حاصل ہوگئی ہے تو محض یہ بات کہ تم کل ایک فیصلہ کر چکے ہو تمہیں ہرگز حق کی طرف رجوع کرنے سے باز نہ رکھے اس لئے کہ یاد رکھو حق ایک اٹل حقیقت ہے اس کو کوئی دوسری چیز باطل یا غلط نہیں ٹھہرا سکتی اور یاد رکھو کہ باطل پر اڑے رہنے سے کہیں بہتر ہے کہ حق کی طرف رجوع کر لیا جائے۔

جن معاملات میں قرآن وسنت کی کوئی ہدایت موجود نہیں اور وہ تمہارے دل میں کھٹکتے ہیں ان کے بارے میں خوب غور وفکر اور سمجھ بوجھ سے کام لو۔ امثال ونظائر کو ذہن نشین کرو اور اس حل کو اختیار کرو جو تمہاری تحقیق کے مطابق اللہ کو زیادہ پسند اور حق سے زیادہ قریب ہو۔ مدعی کو ایک متعین مدت کی مہلت دیدو اگر وہ مقررہ وقت کے اندر گواہ پیش کر دے تو اسے اس کا حق دلوادو ورنہ اس کے خلاف فیصلہ دے دو۔ اس سے اس کا شک وشبہ اچھی طرح زائل ہو جائے گا اور مدعی کو کوئی اعتراض بھی نہ رہے گا۔

سب مسلمان عادل ہیں اور ایک کی گواہی دوسرے کے خلاف قابل قبول ہے۔ سوائے اس شخص کے جس کو کوئی حد کی سزا دی گئی ہو یا اس کی بارے میں یہ تجربہ ہو چکا ہو کہ وہ جھوٹی گواہی دیتا ہے یا جس پر یہ شبہ ہو کہ وہ مدعی کے ساتھ دوستانہ تعلقات یا رشتہ داری کی وجہ سے غلط بیانی کرے گا۔ اللہ تعالیٰ تمہاری خفیہ باتوں کا فیصلہ خود کرے گا اور گواہوں کی وجہ سے اس نے تمہارے جھگڑے ختم کر دیئے ہیں۔

کمرۂ عدالت میں غوغہ آرائی، پریشانی لوگوں کی ضرر رسانی اور فریقین کے درمیان ترش روئی سے پیش آنے سے باز رہئے۔ حق کو قائم کرنے کے ان مقامات میں کہ ان کی وجہ سے اللہ اجر وثواب دیتا ہے اور ان کا ذکر خیر کرتا ہے یا ان کو اس کے لئے اچھا ذخیرہ بناتا ہے جس شخص کی نیت اپنے اور خدا کے درمیان اچھی ہو تو اللہ تعالیٰ اس کے اور لوگوں کے درمیان پیش آنے والے معاملات کے لئے کافی ہیں۔ اور جس نے اپنے آپ کو لوگوں کے سامنے اس صفت اور مقام پر پیش کیا ہو جو صفت دراصل اس میں موجود نہ ہو تو اللہ تعالیٰ اس کو لوگوں کی نظروں میں بدنام کرے گا۔ پس اللہ کے سوا کسی اور سے تم کیوں اس کی رحمت کے خزانوں کے مقابلے میں امیدیں باندھتے ہو۔

اسی حوالے سے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا ایک اور خط بھی بنام حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ بہت اہمیت رکھتا ہے۔ جس کا متن حسب ذیل ہے۔

"امّا بعد: فإن الناس نضرة عن سلطانهم، فاحذر أن تدركني وإياك عمياء مجهولة وضغائن محمولة وأهواء متبعه، ودينا مؤثرة۔ أقم الحدود، واجلس للمظالم ولو ساعة من النهار، واخف الفساق، واجعلهم يدا يدا ورجلا رجلا، وإذا كانت بين القبائل نائرة فنادوا يا فلان، فإنّما تلك نجوى من الشّيطان، فاضربهم بالسيف حتى يفيؤا إلى أمر الله عزّوجل وتكون دعواتهم إلى الله

والإسلام واستدم النعمة بالشكر، والطاعة بالتألف، والمقدرة بالعفو، والنصرة بالتواضع والمحبة للنّاس، وبلغنى ضبة تنادى يالضبة وإنّ والله ما اعلم ان ضبه ما سابق الله بها خيراً قط ولا صرف بها شرا فإذا جاء ك كتابي هذا فانهكهم عقوبة، حتى يفرقوا إن لم يفقهوا، والصق بغيلان بن خرشة من بينهم، وعد مرضى المسلمين، واشهد جنائزهم وباشر أمورهم بنفسك، وافتح لهم بابك فإنّما أنت رجل منهم غير أن الله جعلك أثقلهم حملا، وقد بلغ أمير المؤمنين إنّه فشت ولأهل بيتك هيئة في لباسك ومطعمك ومركبك ليس للمسلمين مثلها، فإياك يا عبد الله أن تكون كالبهيمة همها فى السّمن والسمن حتفها واعلم أن العامل إذا زاغ زاغت رعيته وأشقى النّاس من يشقى به النّاس۔ والسلام[۲۱]۔

''یاد رکھو عام لوگوں کا مزاج ہوتا ہے کہ وہ اپنی حکومت سے نالاں رہتے ہیں۔ لہٰذا تم ہمیشہ اس بات سے ڈرتے رہو کہ کہیں مجھے اور تمہیں کوئی نامعلوم اور اندھی مصیبت آگھیرے، یا ہمارے متعلق لوگوں کے دلوں میں نفرتیں کھڑی ہو جائیں۔ یا ہم میں ایسی خواہشات نفسانی پیدا ہو جائیں جن کا ہم اتباع کرنے لگیں یا ہم دنیا کو ترجیح دینے لگیں۔ لہٰذا حدود اللہ کو قائم کرو اور مظالم کے لئے ضرور بیٹھو چاہے دن بھر میں ایک گھنٹہ کے لئے ہی ہو۔ فاسقوں اور بدکاروں کو ڈرا دھمکا کر رکھو اور ضرورت پڑے تو ان کو ہتھکڑیاں اور بیڑیاں بھی ڈال کر بند کردو۔ اگر کبھی مختلف قبائل کے مابین کوئی جھگڑا ہو جائے اور وہ اپنی قبائلی عصبیت کو اپیل کرتے ہوئے آواز دیں۔ کہ اے فلاں تو یہ شیطان ہی کے سکھانے پڑھانے سے ہو سکتا ہے، ایسے لوگوں کو تلواروں سے مار مار کر مجبور کرو کہ اللہ تعالیٰ کے حکم کی طرف لوٹ آئیں اور ان کی دہائیاں اللہ تعالیٰ اور اسلام کے نام پر ہوں اور اسلام ہی کی طرف ہوں۔ ان چیزوں سے ہمیشہ کام لیتے رہو۔ اور ان پر ہمیشہ کاربند رہو۔ نعمت پر شکر کرو، تالیف قلب کے ذریعے لوگوں سے اطاعت کرو، معافی اور درگزر سے ان کے دلوں پر قدرت حاصل کرو، تواضع سے مدد لو اور لوگوں سے محبت رکھو مجھے اطلاع ملی ہے ضبہ قبیلے والے ضبہ کے نام دہائی دیتے ہیں۔ خدا کی قسم مجھے اس کا علم نہیں کہ اللہ تعالیٰ نے کبھی ضبہ والوں کے ذریعے کبھی کوئی بھلائی ہم تک پہنچائی ہو یا ان کے ذریعے سے کسی برائی کو روکا ہو۔ لہٰذا جب میرا یہ خط تمہارے پاس پہنچے تو ان لوگوں کو سخت سزا دو اور ان کو متفرق و منتشر کردو۔ بشرطیکہ ان کو اس وقت تک سمجھ نہ آگئی ہو۔ غیلان بن خرشہ کے درمیان جو لوگ بستے ہوں ان کو بھی انہیں میں شمار کرو اور دیکھو مسلمانوں کے مریضوں کی عیادت کرو، ان

کے جنازوں میں جایا کرو۔ ان کے معاملات کی خود دیکھ بال کرو۔ اپنے دروازے ان کے لئے کھلے رکھو اس لئے کہ تم انہی میں سے ایک شخص ہو، یہ اور بات ہے کہ اللہ تعالیٰ نے تمہاری ذمہ داریاں ان میں سب سے زیادہ کردی ہیں۔ امیر المؤمنین کو یہ اطلاع ملی ہے کہ تم اور تمہارے اہل خاندان کا کھانے پینے، لباس اور سواری میں ایک ایسا معیار عام ہوگیا ہے جو دوسرے مسلمانوں کو میسر نہیں تو اے عبداللہ دیکھو، جانوروں کی طرح ہونے سے بچو، یہ تو جانوروں کا کام ہے ان کی ساری دلچسپی یہی ہوتی ہے کہ کھا کھا کر موٹے ہوجائیں۔ حالانکہ موٹا ہونا ہی ان کی موت کا باعث بنتا ہے۔ یاد رکھو جب سرکاری کارندے کجروی اختیار کرتے ہیں تو پھر ان کی ساری رعایا بھی کجرو ہوجاتی ہے اور دنیا میں سب سے بدبخت وہ ہے جو دوسرے انسانوں کی بدبختی کا سبب بنے۔ والسلام

فقہاء نے کتاب وسنت اور ان خطوط کی روشنی میں کچھ تفصیلی آداب کا ذکر کیا ہے:

۱۔ اجتہاد وتحقیق کے بعد فیصلہ سنانا:

قاضی کے لئے ضروری ہے کہ وہ آرام طلبی تن آسانی اور لاپرواہی سے کام نہ لے بلکہ مقدمے کی نوعیت، فریقین کے بیانات، گواہوں کی شہادت سمجھنے اور حکم شرعی معلوم کرنے اور زیر سماعت مقدمے پر اس کا انطباق کرنے میں اپنی ساری امکانی تحقیق اور اعلیٰ صلاحیت صرف کرنے کے بعد فیصلہ کرے۔

۲۔ غصہ اور پریشانی کی حالت میں فیصلہ نہ کرنا:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"عن أبی بکرة رضی الله عنه قال قال رسول الله صلی الله علیه وسلم: لا یقضین حکم بین اثنان وهو غضبان"(۲۲)

"رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کوئی فیصلہ کرنے والا اس وقت تک ہرگز فیصلہ نہ کرے جبکہ وہ غصہ کی حالت میں ہو"۔

۳۔ فریقین کو مساوی درجہ دینا:

"عن عبد الله بن زبیر رضی الله عنه قال: قضی رسول الله صلی الله علیه وسلم ان الخصمین یقعد ان بین یدی الحَکَم"(۲۳)

"رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا ہے کہ مقدمے کے فریقین کو قاضی کے سامنے برابر بیٹھنا چاہئے"۔

۴۔ رشوت اور تحفے قبول کرنے سے اجتناب کرنا چاہئے:

"عن أبی حمید الساعدی قال: قال رسول الله صلی الله علیه وسلم: هدایا الأمراء غلول"(۲۴)

''حضرت ابوحمید الساعدی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: حکام کو دیئے جانے والے ہدایا اور تحائف ناجائز مال ہے''

۵۔ سکون واطمینان سے مقدمہ سننا:

عن أبی سعیدٍ الخدری رضی الله عنه قال قال رسول الله صلی الله علیه وسلم: لا یقضی القاضی إلا هو شبعان ریّان"(۲۵)

''حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: قاضی صرف اس وقت قضاء کے فرائض انجام دے جب وہ خوب کھایا پیا اور سیر ہو''
وجہ یہ ہے کہ بھوک وپیاس کے عالم میں انسان کی توجہ ہٹی ہوئی ہوتی ہے اور ذہن صحیح طور پر کام نہیں کر رہا ہوتا اور غلط فیصلہ کرنے کا اندیشہ ہوتا ہے۔

۶۔ عدالتیں ہر وقت کھلی رہنی چاہئیں:

"عن أبی مریم صاحب رسول الله صلی الله علیه وسلم قال: سمعت رسول الله صلی الله علیه وسلم: من ولیّ من أمر المسلمین شیئاً فاحتجب دون خلتهم وحاجتهم وفقرهم وفاقتهم احتجب الله عزّوجل یوم القیامة دون خلته وفاقته وحاجته وفقره"(۲۶)

''رسول اللہ کے صحابی حضرت ابومریم رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا: جس شخص کو مسلمانوں کے کسی معاملہ کا والی بنایا گیا اور وہ ان سے چھپ کر ان کی بہی خواہی سے ان کی ضروریات ان کے فقر وتنگ دستی اور ان کے فاقہ سے غافل ہو گیا۔ اللہ تعالیٰ روز قیامت اس سے چھپ کر اس کی بہی خواہی سے اس کی ضروریات اس کے فقر وتنگدستی اور اس کے فاقہ سے توجہ پھیر لیں گے''۔
اگرچہ یہ عام ہدایت ہے جو ان تمام ریاستی کارندوں کے لئے ہے جو مختلف خدمات کی انجام دہی کے لئے مقرر ہوں اور ریاستی خزانہ سے تنخواہ وصول کرتے ہوں۔ لہٰذا عدالتوں اور عدالتی کارکنوں پر یہ اصول بطریق اولیٰ لاگو ہوگا، اس لئے کہ اسلام کی نظر میں عدل بین الناس ریاست کا سب سے اعلیٰ اور اولین فریضہ ہے''(۲۷)
تاہم دربان کے مقرر کرنے میں کوئی مذائقہ نہیں تا کہ لوگوں کو ازدحام کرنے سے روکے اور عدالتی کاروائی بطریق احسن جاری رہ سکے۔

۷۔ قاضی اور مفتی کا لباس:

امام ابویوسفؒ سے جب فتویٰ پوچھا جاتا تھا تو وہ سیدھے ہو کر بیٹھ جاتے، رداء پہنتے، عمامہ باندھتے اور پھر فتویٰ دیتے تھے، ان کا مقصد فتویٰ کی کام کی عظمت ظاہر کرنا ہوتا تھا۔ ہر قاضی کے لئے ضروری ہے کہ اس کا لباس وقار والا ہو اور اس کا اٹھنا بیٹھنا قاضی کے شایانِ شان ہو(۲۸)۔

۸۔ اہل علم اور ماہرین شریعت سے مشورہ لینا:

مشکل اور پیچیدہ مسائل میں قاضی کو دیانتدار ماہرین شریعت سے مشورہ لینا چاہئے اور قاضی کی مجلس میں ایسی ہی ایک جماعت رہنی چاہئے تاکہ بوقت ضرورت اجتماعی مشاورت کی جاسکے[۲۹]۔

۹۔ عادل اور ماہر کاتب وترجمان مقرر کرنا:

قاضی کے لئے یہ بھی ضروری ہے کہ وہ اپنے محکمہ کے لئے دیانتدار اور مسلمان سیکرٹری (کاتب) مقرر کرے تاکہ وہ عدالتی ریکارڈ کو درست رکھے[۳۰]۔

اس طرح قاضی کو بعض اوقات ترجمانی کی بھی ضرورت پڑتی ہے اس لئے قاضی کے لئے ضروری ہے کہ وہ اپنے محکمے کے لئے عادل، امین اور دیانتدار ترجمان مقرر کرے[۳۱]۔

۱۰۔ ہمہ وقتی طور پر فارغ ہونا اور ذاتی کاروبار سے اجتناب کرنا:

حکام اور قضاۃ کی معاشی ضروریات پوری کرنا قوم کی ذمہ داری ہے۔ قاضی شریح قومی خزانے سے تنخواہ لیتے تھے[۳۲]۔

اسی طرح قاضی اگر تجارت کرے تو وہ عدل پر قائم نہیں رہ سکتا۔ اس لئے حنفی فقہاء کہتے ہیں کہ قاضی کے لئے بذات خود خرید وفروخت کا کام نہیں کرنا چاہئے[۳۳]۔

۱۱۔ مجلس قضاء:

مجلس قضاء ایسی جگہ ہونی چاہئے جہاں لوگوں کو سہولت میسر ہو۔ جہاں مسجد میں مجلس قضاء کے انعقاد کا تعلق ہے تو اس سلسلے میں امام شافعیؒ کا نقطہ نظر یہ ہے کہ مسجد میں عدالت منعقد کرنا مکروہ ہے۔ البتہ اگر قاضی مسجد میں موجود ہو اور فریقین بھی وہاں آجائیں تو قاضی ان کے مابین فیصلہ کرسکتا ہے[۳۴]۔ حنفی، مالکی اور حنبلی فقہاء کے ہاں مسجد میں مجلس قضاء منعقد کرنا جائز ہے[۳۵]۔

قضاء کا دوسرا رکن المقضی بہ ہے۔ اس سے مراد مصادر قضاء ہیں۔ یعنی قاضی اس بات کا پابند ہے کہ وہ مصادر شرع یعنی قرآت، سنۃ، اجماع اور قیاس وغیرہ کا عالم ہو۔ اور ان کی روشنی میں فیصلہ کا استعداد رکھتا ہو۔

قضاء کا ایک ارکن المقضی لہ ہے۔ یعنی کن لوگوں کے لئے قاضی قضاء کرسکتا ہے اور کن کے لئے نہیں؟ اور کیا قاضی کے لئے یہ جائز ہے کہ اپنے بارے میں خود فیصلہ کرے؟ اس کے جواب میں فقہاء کا کہنا ہے کہ قاضی کے لئے یہ جائز نہیں ہے کہ اپنے لئے فیصلہ کرے چاہے اس پر اس کا خصم راضی کیوں نہ ہوجائے۔ اگر اس نے اپنے لئے فیصلہ کیا تو یہ قاضی کی طرف سے اقرار کی صورت ہوگی۔ اس طرح قاضی کے لئے یہ بھی جائز نہیں ہے کہ کسی شریک کے لئے مشترکہ چیز کے بارے میں فیصلہ کرے[۳۶]۔

البتہ یہ جائز ہوگا کہ اس امام کے بارے میں یہ فیصلہ کرے جس نے اس قاضی کو تعینات کیا ہو۔

اس طرح قاضی کے لئے یہ بھی جائز نہیں ہوگا کہ اس شخص کے بارے میں فیصلہ کرے جس کے حق میں اس کی شہادت قبول نہیں ہے۔البتہ اگر ان کے خلاف فیصلہ دیتا ہے تو یہ جائز ہوگا کیونکہ ان کے خلاف اس کی شہادت قابل قبول ہے۔

فقہائے حنفیہ،شافعیہ اور حنبلیہ کے نزدیک قاضی اپنے والد کے لئے چاہے جتنا اوپر کیوں نہ ہو مثلاً دادا، پردادا اور اپنی اولاد کے لئے چاہے جتنا نیچے کیوں نہ ہو مثلاً پوتا، پوتی، پڑپوتا وغیرہ ان سب پر اس کا فیصلہ نافذ نہیں ہوسکتا۔البتہ حنفی فقہاء میں سے امام یوسفؒ اور شافعی فقہاء میں سے امام مزنیؒ اس کے جواز کے قائل ہیں۔

فقہائے حنفیہ یہ بھی کہتے ہیں کہ قاضی اپنی بیوی اور ساس کے حق میں فیصلہ نہیں دے سکتا۔اگر چہ وہ مرچکی ہوں بشرطیکہ اس فیصلے سے اس کی بیوی اس میراث میں سے لینے کی حقدار ہو(۳۷)۔

المقضی فیہ:

قضاء کا ایک اور رکن المقضی فیہ ہے۔یعنی کن امور میں قاضی فیصلہ دینے کا مجاز ہے؟اس بارے میں فقہاء کا کہنا ہے کہ اگر قاضی اختیارات کا مالک ہے تو اس پر وہ خالص حق اللہ، خالص حق العبد اور ان حقوق میں جن میں حق اللہ غالب ہیں(۳۸)اور ان امور میں جن میں حق العبد غالب(۳۹) ہے سب میں فیصلہ دینے کا مجاز ہے۔

المقضی علیہ(جس پر فیصلہ دیا جاتا ہے):

یہ قضاء کا پانچواں رکن ہے تمام فقہاء کا اس بات پر اتفاق ہے کہ مدعی علیہ عدالت میں حاضر ہو یا اس کو حاضر کرانا ممکن ہو تو اس صورت میں یکطرفہ فیصلہ کرنا جائز نہیں ہے اگر مدعی نے شہادت پیش کردی ہو۔اس طرح فقہاء کا اس بات پر بھی اتفاق ہے کہ اگر مدعی علیہ کا وکیل(۴۰) بشرطیکہ اس پر اس کو مکمل مختار بنادیا گیا ہو یا اس کا وصی موجود ہوں اور ان کو بیان سننے اور اپنے مؤکل کی صفائی پیش کرنے اور گواہوں پر جرح کا موقع دینے کے بعد فیصلہ دے دیں تو یہ جائز ہوگا۔

البتہ فقہاء کا اس بات میں اختلاف ہے کہ مدعی علیہ کسی دور دراز جگہ پر ہو یا اپنے شہر ہی میں کہیں چھپ گیا ہو نہ خود حاضر ہوتا ہو اور نہ کسی کو اپنا وکیل مقرر کرتا ہو اور قاضی بھی اس کو حاضر نہ کراسکتا ہو۔

امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک قضاء علی الغائب یعنی یکطرفہ فیصلہ جائز نہیں ہے۔البتہ متاخرین حنفیہ کہتے ہیں کہ اگر مدعی علیہ کہیں چھپ گیا ہو تو قاضی تین روز تک اپنے قابل اعتماد شخص کے ذریعے اس کے دروازے پر اعلان کرائے گا کہ اگر تم عدالت میں حاضر نہ ہوئے تو یکطرفہ فیصلہ سنادیا جائے گا اس اعلان کے بعد اگر وہ حاضر نہ ہوا تو قاضی اپنی جانب سے ایک وکیل مقرر کرے گا جو مدعی علیہ کی طرف سے بحث کرے گا۔ اسی طرح مقدمہ کی سماعت کرکے قاضی یکطرفہ فیصلہ دے سکتا ہے۔

امام شافعیؒ، امام مالکؒ اور امام احمدؒ کے مشہور روایت کے مطابق حدود وقصاص میں یکطرفہ فیصلہ جائز نہیں ہے لیکن دیگر مقدمات میں اگر مدعی نے قابل اعتماد گواہ پیش کردیئے ہوں تو اس کے حق میں فیصلہ دیا جاسکتا

ہے۔اس کی وجہ یہ ہے کہ اگر قضاء علی الغائب جائز نہ ہو تو لوگوں کے حقوق ضائع ہو جائیں گے کیونکہ مدعی علیہ غائب ہو جائے گا اور مدعی کی حق تلفی ہوگی (۴۲)۔

الحکم:

حکم سے مراد حاکم کا قضیہ یا تنازعہ جڑ سے اکھاڑنا یا ختم کرنا ہے (۴۳)۔ حکم کے لئے شرط یہ ہے کہ حقوق النّاس سے متعلقہ پہلے دعوی دائر کیا جا چکا ہو۔

حکم لگانے سے پہلے قاضی کے لئے لازمی ہے کہ تنازعہ سے متعلقہ کوئی شک وشبہ نہ رہنے پائے اور بات بالکل یقینی اور ثابت ہو جائے۔اسی وقت حکم دے دیں۔البتہ قاضی فریقین کو صلح کرنے کے لئے حکم دے سکتا ہے کیونکہ صلح ایسی چیز ہے جس سے ایک طرف تنازعہ ختم ہو جاتا ہے اور دوسری طرف اسے حسد اور کینہ بھی کم ہو جاتا ہے (۴۴)۔

جمہور فقہاء کا کہنا ہے کہ حکم دینے کے لئے خاص الفاظ کا استعمال شرط نہیں ہے بلکہ ہر وہ کلمہ جو حکم دینے پر دلالت کرتا ہو قاضی استعمال کرنے کا مجاز ہے۔

جب قاضی حکم صادر کرے تو پھر بہتر یہ ہے کہ اس کو تفصیل سے لکھے کہ فریقین کی درمیان اس کے روبرو کیا ہوا؟ دونوں طرف کی دلائل کیا تھے وغیرہ۔پھر حکم کا ایک ایک نقل فریقین کو بھی دیدے (۴۵)۔

حوالہ جات

۱۔ ردالمحتار علی الدر المختار، ج۶،ص۳۳۲

۲۔ الحفید، ابن رشد (۵۹۵ھ) بدایۃ المجتہد، نہایۃ المقتصد (لاہور، فاران اکیڈیمی س ن)، ج۲،ص۳۳۴۔

۳۔ الکاسانی، علاء الدین ابی بکر بن مسعود (۵۸۷ھ)، بدائع الصنائع فی ترتیب الشرائع کوئٹہ، (المکتبۃ الحبیبہ ۱۹۸۹ء) ج۷،ص۳

۔ بدایۃ المجتہد، ج۲،ص۳۴۴

۴۔ عادل ہونے سے مراد یہ ہے کہ اس شخص میں قانون شہادت کے تقاضوں کے مطابق عدل کی صفات، پائی جاتی ہوں، کسی شخص کے عادل ہونے کے لئے ضروری ہے کہ اس میں پانچ صفات موجود ہوں:

۱۔مسلمان ہو　۲۔بالغ ہو　۳۔عاقل ہو　۴۔آزاد ہو ۵۔فاسق نہ ہو

م ک ادب القاضی، ص۱۰۶

۵۔ بدائع الصنائع في ترتيب الشرائع، ج۳،ص۳

۶۔ مجتہد سے مراد یہ ہے کہ کتاب وسنت کے اس حصہ کا علم رکھتا ہو جو احکام سے متعلق ہے۔

اس کے علاوہ کتاب وسنت کے خاص، عام، مفسر، مبین، ناسخ، منسوخ، سنت متواترہ وغیرہ، متصل، مرسل، راویوں کے حالات، ان کی خوبیاں اور کمزوریاں، عربی زبان، عربی صرف ونحو، دور صحابہ اور بعد کے اہل علم کی اقوال، علماء کے اجماع قیاس اور اس کی

قسمیں ان سب امور کا علم رکھتا ہو، اگر ان سب شرائط کا جامع کوئی شخص دستیاب نہ ہو اور کوئی با اختیار فرمانروا کسی فاسق یا غیر مجتہد (مقلد) کو ہی قاضی بنادے تو ضرورتاً اس کے فیصلے بھی نافذ العمل ہونگے۔
ادب القاضی۔

۷۔ ابن الھمام، امام کمال الدین محمد بن احمد بن عبدالواحد، فتح القدیر (بیروت، داراحیاء التراث)، ج ٦ ص ۳۵۷۔

۸۔ الشرح الصغير على أقرب المسالك إلى مذهب الإمام مالك، ج ۴ ص ۱۹۹، ادب القاضی ص ۱۰۲۔

۹۔ مجنون: عقل میں ایسا فتور جو عقل کو ایسے افعال واقوال میں سرزد ہونے سے روکے جس طرح ہوش وحواس کی حالت میں سرزد ہوا کرتے ہیں سوائے نادر مواقع کے۔ اس کی دو قسمیں ہیں: اصلی وعارضی: اصلی تو یہ ہے کہ انسان حالت جنون میں ہی بالغ ہو جائے اور عارضی یہ ہے کہ بالغ تو اپنے ہوش وحواس میں ہو لیکن بعد میں اس کو جنون لاحق ہو جائے۔
م ک- الوجیز ص ۱۰۲
التفتازانی، سعد الدین، شرح التلويح على التوضيح (بیروت، دار الکتب العربیه س ن)، ج ۲ ص ۱٦۷

۱۰۔ سفہ (کم عقلی، خلاف عقل فعل) فقہاء کی اصطلاح میں سفاہت مال میں ایسے تصرف کو کہتے ہیں جو عقل کے ہوتے ہوئے شرع وعقل کے تقاضوں کے خلاف ہو، دیکھئے: الوجیز ص ۱۱۸ اور

۱۱۔ محجور علیہ: الحجر کا لغوی معنی ہے ''منع'' کرنا جبکہ اصطلاح میں جنون، صغر، سفہ یا افلاس کی وجہ سے ایک انسان کو اس کے مال میں یا بعض مال میں تصرف سے منع کرنے کو کہتے ہیں۔ جس شخص کو منع کیا جاتا ہے اس کو محجور علیہ کہتے ہیں۔
الجزیری، عبدالرحمان، کتاب الفقہ علی مذاہب الأربعہ (پشاور، تاج محل قصہ خوانی)، ج ۲ ص ۳۴٦

۱۲۔ متولی: جو شخص اغراض وقف کے پورا کرنے اور واقف کی ہدایات کے مطابق وقف پر عمل درآمد کرنے کے لئے مقرر کیا جائے اس کو متولی وقف کہا جاتا ہے۔
مجموعہ قوانین اسلام، ج ۳ ص ۱۰۴۴　اور　المبسوط ۱۲/ ۲٦

۱۳۔ کفو: کفاءت کے لفظی معنی ''ہمسری'' کے ہیں۔ بالعموم دو اشخاص کو ایک دوسرے کا کفو کہا جاتا ہے جو مسلمان ہوں، ایک نسب ہوں، آزاد ہوں، دیانت داری اور مالداری میں مساوی حیثیت کے مالک ہوں۔
کتاب الفقہ علی المذاہب الاربعہ، ج ۴ ص ۵۴۔

۱۴۔ حدود: حد کا لغوی معنی منع کرنا ہے، جبکہ فقہی اصطلاح میں وہ عقوبات مقررہ مقدرہ ہیں جو اللہ کی طرف سے مقرر ہیں۔ ان میں حد زنا، حد سرقہ، حد قذف، حد مشرب الخمر، حد حرابہ شامل ہیں۔
ملاحظہ کیجئے: الفقہ علی مذاہب الاربعۃ، ج ۵ ص ۷

۱۵۔ حقوق اللہ: حق اللہ سے مراد معاشرہ کا حق ہے۔ یعنی وہ حق جس کا تعلق عام منفعت سے ہو اور کسی کے ساتھ مخصوص نہ ہو اس حق کو نہ ساقط کیا جا سکتا ہے اور نہ کسی کو اس کے چھوڑنے اور اس کے خلاف اقدام کرنے کا حق حاصل ہے۔ مندرجہ ذیل امور حقوق اللہ میں داخل ہیں:

۱۔ خالص عبادات جیسے ایمان، نماز وغیرہ۔
۲۔ وہ عبادات جن میں دوسرے کی کفالت کا بار اور اس کی ذمہ داری شامل ہو جیسے صدقۂ فطر۔
۳۔ عشری زمینوں پر ٹیکس۔
۴۔ خراج
۵۔ کامل عقوبات جیسے حد زنا وغیرہ۔
٦۔ ناقص سزائیں مثلاً قاتل کو میراث سے محروم کرنا۔
۷۔ وہ سزائیں جن میں عبادت کا عنصر بھی موجود ہے مثلاً کفارات۔

۸۔ وہ حق جو خود بخود قائم ہوتا ہے مثلاً خمس۔
دیکھئے: الوجیز فی اصول الفقہ
السرخسی، امام ابوبکر محمد بن احمد، اصول السرخسی (بیروت، دارالفکر)، ج ۲ ص ۲۸۹

۱۶۔ بینۃ: بینۃ ہر اس دلیل کو کہتے ہیں جو حق کو ظاہر کرتی ہو اور ثابت کرتی ہو۔ بینۃ برہان، حجت اور دلیل کے معنوں میں آیا ہے۔ دو گواہ بھی بینۃ کے مفہوم میں شامل ہیں لیکن اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ بعض اوقات گواہوں کے علاوہ دوسرے دلائل قوی تر ہوتے ہیں۔ مثلاً حالات وواقعات کی شہادت جو مدعی کے صادق ہونے کا ثبوت فراہم کرتی ہو۔
دیکھئے: ابن القیم الجوزی، شمس الدین، ابوعبداللہ محمد بن ابی بکر ا۷۵ھ)۔
اعلام الموقعین عن رب العالمین (لاہور، اہل حدیث اکیڈیمی)، ج ۱ ص ۹۲

۔ گوہر رحمان، مولانا، اسلامی سیاست (مولانا دارالعلوم، تفہیم القرآن) ص ۳۷۸

۱۷۔ حقوق العباد: اس سے مراد وہ حق ہے جس سے ایک فرد کے لئے خاص مصلحت مقصود ہو۔ اس کی مثال میں افراد کے لئے جملہ حقوق پیش جا سکتے ہیں۔ جیسے تلف کی ہوئی چیزوں کا معاوضہ، قرض ودیت وغیرہ۔
الوجیز فی اصول الفقہ ص ۸۴ اور اصول السرخسی، ج ۲ ص ۲۸۹

۱۸۔ الأحکام السلطانیۃ، ص ۱۲۶-۱۲۷

۱۹۔ فتاویٰ عالمگیریہ، ج ۵ ص ۱۰۶

۲۰۔ بدائع الصنائع، ج ۷ ص ۹

۔ المبسوط، ج ۱۶ ص ۶۰

۲۱۔ ابن عبدربہ، العقد الفرید (بیروت، دارالکتاب العربی س ن)، ج ۱ ص ۸۸

۲۲۔ صحیح البخاری، کتاب الأحکام، باب ھل یقضی القاضی وھو غضبان۔

۲۳۔ سنن ابی داؤد، کتاب الأقضیۃ باب کیف یجلس الخصمان بین یدی القاضی۔

۲۴۔ السنن الکبریٰ: کتاب ادب القاضی، باب لایقبل منہ ہدیۃ۔

۲۵۔ سنن الدارقطنی، حدیث نمبر ۴۴۲۴، ج ۲ ص ۱۱۰۔

۲۶۔ الحاکم، الحافظ ابی عبداللہ النیسابوری، المستدرک (بیروت، دارالفکر ۱۹۷۸ء)، کتاب الأحکام، ج ۶ ص ۹۴۔

۲۷۔ ادب القاضی، ص ۱۰۴

۲۸۔ بدائع الصنائع، ج ۷ ص ۹

۲۹۔ بدائع االصنائع، ج ۷، ص ۱۱

۳۰۔ صحیح البخاری کتاب الأحکام باب مایستحب للکاتب یکون امیناً عاقلا۔

۳۱۔ ایضاً، کتاب الاحکام، باب ترجمۃ الحکام وھل یجوز الترجمان دحدہ۔

۳۲۔ ادب القاضی، ص ۲۴۶

۳۳۔ فتاویٰ قاضی خان، ج ۲ ص ۴۷

۳۴۔ الشافعی، امام محمد بن ادریس (۲۰۴ھ) الأم (بیردت، دارالمعرفہ س ن)، ج ۳ ص ۱۹۸

۳۵۔ فتاویٰ عالمگیریہ، ج ۵ ص ۱۲۲

۳۶۔ تبصرۃ الحکام ۱/۸۲ ومعین الحکام ص ۳۹، ومغنی المحتاج ۴/۳۹۳

۳۷۔ ردالمحتار علی الدرر المختار: ۴/۳۳۱

۳۸۔ وہ حقوق جن میں حق اللہ غالب ہو: اس کی مثال حد قذف ہے کسی مرد یا عورت پر زنا کا جھوٹا الزام لگانے کو قذف کہتے ہیں۔
الوجیز فی اصول الفقہ، ص ۸۴، اور اصول السرخسی ج ۲ ص ۲۹۶

۳۹۔ وہ حقوق جن میں حق العبد غالب ہے۔ اس کی مثال قتل عمد کی صورت میں قاتل سے قصاص لینا ہے۔یعنی اگر وارث چاہے تو قاتل کو معاف کرسکتا ہے۔
الوجیز فی اصول الفقہ ،ص ۱۸۵اور اصول السرخسی ،ج ۲،ص ۲۹۷

۴۰۔ وکیل: ہروہ معاہدہ جو انسان خود کرسکتا ہے دوسرے شخص کو اپنا وکیل بنا سکتا ہے۔اس کو وکالت کہتے ہیں۔ بعض خاص حالات ایسے ہوتے ہیں جن کے پیش نظر انسان بہت سے کام خود کرنے سے قاصر ہوتا ہے اور اس کو ضرورت محسوس ہوتی ہے کہ کسی دوسرے شخص کو ان کاموں کے لئے وکیل مقرر کرے۔
المرغینانی، امام برہان الدین ابی الحسن علی بن أبی بکر، الہدایۃ (کراچی، ادارۃ القرآن، ج ۳،ص ۴۰۴

۴۱۔ وصی: وصی اس شخص کو کہا جاتا ہے جس کو موصی اپنے فوت کے بعد وصیت کے تحت اپنے ترکہ میں تصرفات کا حق عطا کردے۔ اگر موصی نے کوئی وصی مقرر نہ کیا ہو تو عدالت کو یہ اس امر کا اختیار حاصل ہوتا ہے کہ وہ اپنی جانب سے کسی موزون شخص کو وصی مقرر کردے۔موصی کا مقرر کردہ شخص وصی اصلی یا وصی موصی اور عدالت کا مقرر کردہ وصی ''وصی قاضی'' کہلاتا ہے۔
ابن نجیم، امام شیخ زین الدین البحر الرائق شرح کنز الدقائق (کوئٹہ، مکتبہ رشیدیہ س ن)، ج۸،ص ۴۵، مجموعہ قوانین اسلام، ج ۴،ص ۱۴۵

۴۲۔ شرح فتح القدیر، ج ٦،ص ۴۰۱

۴۳۔ شرح المجلۃ ، مادہ، ۱۹۸٦ء، ج ۸،ص ۱۳۔

۴۴۔ بدائع الصنائع ،ج ۷،ص ۱۳۔

۴۵۔ شرح المجلۃ مادہ، ۱۸۲۷ء، ج ٦ ص ۱۲۷

مصادر ومراجع

القرآن الکریم

۱۔ ابن الهمام، کمال الدین محمد بن عبدالواحد، شرح فتح القدیر (بیروت، دار احیاء التراث العربی ١٩٨٦)

۲۔ ابن نجیم ،شیخ زین الدین الامام، البحر الرائق شرح کنزالدقائق (کوئٹه ،مکتبه رشیدیه، س ن)

۳۔ ابوداؤد، الامام، سلیمان بن اشعث، السنن (لاهور، اسلامی اکادمی س ن)

٤۔ ابن عبدربه، العقدالفرید (بیروت، دارالکتاب س ن)

٥۔ ابن قیم، شمس الدین ابوعبدالله محمد بن ابی بکر اعلام المو قعین عن رب العالمین (لاهور، اهل، حدیث اکیڈمی س ن)

٦۔ ابن رشد ،ابو الولید محمد بن احمد، بدایة المجتهد (لاهور، فاران اکیڈمی س ن)

۷۔ ابن عابدین، الشیخ محمد امین، ردالمحتار علی الدر المحتار، تکملة ابن عابدین (بیروت، دار احیاء التراث العربی س ن)

۸۔ البخاری، امام ابو عبدالله محمد بن اسماعیل، الصحیح (دهلی، نور امحمد ،اصح المطابع، س ن)

۹۔ تنزیل الرحمن، ڈاکٹر، مجموعه قوانین اسلام (اسلام آباد اداره تحقیقات اسلامی ۲۰۰٤)

۱۰۔ التفتازانی، سعدالدین، شرح التلویح علی التو ضیح (بیروت،دار، حیاء التراث العربی س ن)

١١۔ الجزیری، عبدالرحمان، الفقه علی مذاهب الاربعة (بیروت، دار احیاء التراث العربی س ن)
١٢۔ :الحاکم، الحافظ ابی عبدالله النیسابوری، المستدرك (بیروت، دار الفکر ١٩٧٨)
١٣۔ الدارقطنی، الامام علی بن عمر، السنن (لاهور، دار نشر الکتب الاسلامیه س ن)
١٤۔ :زیدان، عبدالکریم، الوجیزفی اصول الفقه (کویت، دار القلم ١٩٩٨)
١٥۔ السر خسی ،ابو بکر محمد بن احمد، الامام، اصول ا لسرخسی (بیروت، دار لفکر س ن)
١٦۔ السر خسی،المبسوط (کراچی ،ادرۃالقرآن ١٩٨٧)
١٧۔ الفتاوی الهندیة، (لاهور، ادارة نشریات اسلام س ن)
١٨۔ غازی، محمود احمد، ادب القاضی (اسلام آباد) اداره تحقیقات اسلامی ١٩٩٣)
١٩۔ فتاوی قاضیخان (کوئٹه، بلوچستان بك ڈپو، ١٩٨٥)
٢٠۔ :الکاسانی ،علاؤالدین ابو بکر بن مسعود، بدائع الصنائع فی ترتیب الشرائع (کویٹه ، المکتنة الحبیبة ١٩٨٩)
٢١۔ اللبنانی، سلیم بن رستم۔ شرح مجلة الاحکام العدلیة (المکتبة الادبیة، بیروت س ن)
٢٢۔ المرغینانی، بر هان الدین ابی الحسن علی بن بکر، الامام الهدایة (کراچی ، ادارة القرآن ١٤١٧ھ۔)